لفظ اُدبؔ کے معنوی ارتقاء کی تاریخ

☆ ڈاکٹر مرسل فرمان
☆☆ ڈاکٹر رشید احمد

History of the Literal Evolution of the Word 'Literature'

The word (Adab), contrary to its present equitant in English language (literature), has an interesting background and exciting history. This word went through many developments in its meaning and senses during different periods of the literary history of Arabic literature.

Linguistics took keen interest in each and every change and development came into its meaning. They thoroughly studied this word, throughout the literary history of Arabic literature, and tried to link between its early root meaning "(giving a banquet) or (feast)", and its present meaning (literature).

This article is aimed to study the evolution and development came in the meanings and senses of the word (Adab) from the very first stage of Arabic literature i.e. Pre-Islamic Period (العصر الجاہلی) till the modern period.

کسی بھی قوم کا اُدبؔ ان کی زندگی ہوتا ہے، یا یہ وہ آئینہ ہے جس میں اس قوم کی فکری، عقلی، دینی، اخلاقی اور روحانی زندگی منعکس ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی قوم کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، تو اسے اس قوم کے ادب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اُدبؔ جو دراصل عربی زبان کا لفظ ہے، اپنے انگریزی مقابل لفظ (Literature) کی بہ نسبت بہت وسعت کا حامل ہے۔ یہ لفظ عربی ادب کی تاریخ کے تمام ادوار یعنی دورِ جاہلیت سے لے کر دورِ اسلام، اموی، عباسی، اور ترکی سے ہوتا ہوا دورِ جدید تک تمام ادوار میں استعمال ہوا ہے۔ جاہلی دور میں اپنے ابتدائی معنی (دعوت دینے) سے لے کر اپنے موجودہ معنی (Literature) تک اسے متعدد بار معنوی وسعت و تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ/ لیکچرر، شیخ زاید مرکز اسلامی، جامعۂ پشاور
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید مرکز اسلامی، جامعۂ پشاور۔

درج ذیل صفحات میں لفظ اُدَب کے معنوی ارتقاء کی اسی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

عصر جاہلی:

ادب کے ابتدائی لغوی معنی (بلانے) اور (دعوت دینے) کے ہیں۔(۱)

عصر جاہلی۔یعنی عصر ماقبل از اسلام۔میں ایسے شعری شواہد موجود ہیں جو لفظ (ادب) کے 'کھانے کی طرف دعوت دینے' کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔جاہلی دور کے مشہور شاعر طرفہ بن العبد(۲) کے شعر میں اس معنی کی تائید ہوتی ہے:

نحن فی المشتاة ندعو الجفلی　　　لا تری الآدب فینا ینتفر(۳)

ترجمہ: "سردی میں (جبکہ کھانے کی قلت ہوتی ہے اور لوگوں کو اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے،تو) ہم لوگوں کو دعوتِ عام دیتے ہیں۔(اے مخاطب!) تو (ایسے وقت میں) ہم میں سے کسی دعوت دینے والے کو کسی آنے والے کو جھڑکتا نہ پائے گا"۔

نیز اُدَب اس کھانے کو بھی کہا جاتا تھا جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی۔(۴)

جاہلی شاعر صخر الغی(۵) کے عقاب کے وصف میں کہے گئے اس شعر میں یہ معنی موجود ہیں:

کأنّ قلوب الطیر فی قعر عشّها　　　نوی القسب ملقی عند بعض المآدب(۶)

ترجمہ: "(عقاب کے) گھونسلے کی تہہ میں پرندوں کے دل ایسے بکھرے پڑے ہوئے ہیں، جیسے دعوت دیئے گئے کھانے کے آس پاس خشک کھجوروں کی گٹھلیاں گری پڑی ہوں"۔

لفظ اُدَب کے اپنے ابتدائی معنی (دعوت دینا) یا (دعوتی کھانے Feast) میں پہلی تبدیلی یہ آئی کہ یہ اچھے اخلاق کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔اس معنوی ارتقاء کی وجہ شاید یہ تھی کہ جاہلی دور میں جزیرۃ العرب ایک لق ودق صحرا تھا۔کھانے پینے اور زندہ رہنے کے وسائل نایاب تھے۔کھانا کھلانا اور لوگوں کو دعوت دینا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔صرف بہت سخی وکریم لوگ ہی اس کی طاقت رکھتے تھے۔اور چونکہ سخاوت، اچھے اخلاق وعمدہ عادات میں شامل ہے،لہذا عربی ادب اور لغت کے ایک قاعدے (جزء کے کل پر اطلاق) کی وجہ سے اُدَب کا اطلاق اچھے اخلاق کے ایک جزء (سخاوت) کی بجائے پورے کل (یعنی اچھے اخلاق) پر کیا جانے لگا۔(۷)

اور یوں مجاز بن کر اُدَب 'اچھے اخلاق' کے معنی میں استعمال ہونے لگا،یعنی حسی ومادی معنی سے تجاوز کرکے معنوی وروحانی معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔(۸)

حسبِ ذیل میں مذکور چند نصوص اسی نقطۂ نظر کی تائید کرتے ہیں:

بلعاء بن قیس الکنانی(۹) کا شعر ہے:

وإن أمت والفتی رهن بمصرعه فقد قضيت من الآداب آرابا (۱۰)

ترجمہ: "اگر میں مرتا ہوں تو (فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ) ہر جوان کو ایک دن مرنا ہی ہے۔ تاہم میں اچھے اخلاق میں سے بقدرِ ضرورت حصہ پورا کر چکا ہوں"۔

اس معنی میں مزید وسعت آئی اور مشہور عربی معجم مصباح المنیر میں اُدَب کے معنی یہ بیان کئے گئے: "اُدَب میں ہر وہ قابلِ تعریف ریاضت داخل ہے، جس کی انسان تحصیل کر کے اور اس سے آراستہ ہو کر فضیلت کے کاموں میں آگے بڑھتا ہے"۔ (۱۱)

عربوں کو اُدَب کے اس معنوی ارتقاء اور اس کے مادی معنی سے تجاوز کر کے روحانی معنی کی طرف انتقال کا گہرا ادراک تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اُدَب کو اُدَب اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس سے متصف ہو کر کوئی شخص (اُدیب) بنتا ہے، اور پھر دیگر لوگوں کو قابلِ تعریف کاموں کی طرف دعوت دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے۔(۱۲)

تاہم یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ اُدَب کا اچھے اخلاق میں استعمال، لازمی intransitive اور متعدی transitive دونوں حالتوں میں تھا۔ لازمی معنی (یعنی اچھے اخلاق سے متصف ہونا) اور متعدی معنی (یعنی اچھے اخلاق سکھانا یا اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا)۔ درج ذیل پیراگراف میں دی گئی بعض جاہلی عبارات اسی کی تائید کرتے ہیں:

عتبہ بن ربیعہ (۱۳) نے اپنی بیٹی ہند (۱۴) کو اس سے شادی کا پیغام بھیجنے والی- ابوسفیان (۱۵)- کا نام لئے بغیر اس کا وصف ان الفاظ میں بیان کیا: (يؤدب أهله ولا يؤدبونه) یعنی (وہ اپنے گھر والوں کو اچھے شریف اخلاق سکھاتا ہے، نہ کہ وہ اسے سکھاتے ہیں)۔ تو ہند کا اپنے والد کو دیا گیا جواب یوں تھا: (وإني لآخذه بأدب البعل) یعنی (میں اس کے ساتھ ویسے ہی اچھے اخلاق سے معاملہ کروں گی جیسا کہ شوہر کے ساتھ کیا جاتا ہے)۔(۱۶)

اسی متعدی معنی سے اُدَب بعد ازاں تعلیم و تثقیف کے معنی میں استعمال ہونے لگا، کیونکہ تعلیم و تثقیف اچھے اخلاق اور بلند کردار کا موجب ہیں۔

اُدَب عصرِ اسلامی میں

اُدَب صدرِ اسلام میں:

ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور میں لفظ اُدَب تعلیم وتثقیف کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ حضرت علی بن اَبی طالبؓ (۲۳ق۔ھ-۴۰ھ) سے روایت ہے۔ آپؓ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے سوال کرتے ہیں کہ: (اے اللہ کے رسول!) ہم (اور آپؐ) ایک ہی آباء واجداد کی اولاد ہیں (لیکن) ہم آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ آپؐ عرب وفود سے (ایسے لہجات میں) باتیں کرتے ہیں جس کا اکثر حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپؐ جواباً فرماتے ہیں: ''مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور کیا خوب ادب سکھایا، اور میری تربیت بنو سعد[۱۷] میں ہوئی''۔[۱۸]

اگر سوال سے جواب کو الگ کر کے دیکھا جائے تو لفظ اُدَب تہذیبِ خلقی کے معنی دیتا معلوم ہوگا۔ تاہم اگر سوال کو مدّ نظر رکھ کر جواب میں غور وفکر کیا جائے تو اس کے معنی 'تعلیم وتثقیف' کے واضح طور پر نظر آئیں گے۔[۱۹] کیونکہ یہاں اس سے مراد یقیناً لہجات کی تعلیم ہے جس کا حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ سے استفسار کیا تھا۔

اسیطرح یہ لفظ آپ ﷺ کی دیگر متعدد احادیث میں بھی وارد ہوا ہے۔[۲۰]

خلفائے راشدین کے دور میں بھی اس لفظ کے آثار ملتے ہیں۔ خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر بن الخطابؓ (۴۰ق ھ-۲۳ھ) اور حضرت علیؓ کے روایت شدہ اقوال میں لفظ اُدَب موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے، فرماتے ہیں: ''عربوں کے اچھے اشعار یاد رکھو ایسا کرنا تمہارا ادب بہتر بنائے گا''۔[۲۱]

حضرت علیؓ سے روایت ہے: ''میں نے تمہیں اپنے کوڑے سے ادب سکھایا، لیکن تم سدھرے نہیں''۔[۲۲]

اسی طرح حجر بن عدی الکندی[۲۳] (م۵۱ھ)- جو جنگِ جمل وصفین (۳۶ھ) میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ کا آپؓ سے یہ کہنا: ''اے امیر المؤمنین! ہم آپ کی نصیحت قبول کرتے ہیں اور آپ کے ادب سے با ادب ہوتے ہیں''۔[۲۴]

اسلامی دور کے شاعر کعب بن سعد الغنوی[۲۵] اپنے بھائی کے مرثیہ میں شعر کہتے ہیں، جس میں وہ لفظ

ادب کا استعمال ان الفاظ میں کرتے ہیں:

حبیب إلی الزوار غشیان بیته جمیل المحیا شبّ وهو أدیب

إذا ما تراء اه الرجال تحفظوا فلم تنطق العوراء وهو قریب (۲۶)

ترجمہ:

''مہمانوں کو اس کے گھر آنا پسند ہے۔ وہ خوبصورت چہرے والا، جوان اور عمدہ اخلاق والا ہے۔ جب لوگ اسے دیکھتے ہیں تو چونک جاتے ہیں اور وہ پاس ہو تو کانا (ایک آنکھ والا) بھی بات نہیں کرتا''۔

اُموی دور:

اموی دور میں بھی لفظ اُدَب بمعنی تعلیم وتثقیف استعمال ہوتا رہا، یہاں تک کہ وہ نمایاں اساتذہ، جو اس دور میں اس وقت کے مروجہ طریقہ کے مطابق جاہلی دور سے متعلق شعر اور اخبار ووقائع کی تعلیم کا پیشہ اختیار کرتے، انھیں مؤدّب کا نام دیا گیا۔(۲۷) تاہم یہ تعلیم نہ تو دینی تعلیم تھی اور نہ اس کا دین سے کوئی سروکار تھا، بلکہ یہ تو شعر واخبار سے متعلق ہوتی۔(۲۸)

اُموی دور کے اواخر اور عباسی دور کے اوائل میں اُدَب کے معنی میں مزید وسعت آنے لگی اور اس میں نظم ونثر اور ان دونوں سے متعلق دیگر متعدد چیزیں بھی شامل ہوگئیں، جیسے شروح، اخبار، اَنساب، صرف ونحو، اور لغت ونقد کے مسائل وغیرہ۔ اس دور میں اُدَب کا دائرہ اتنا وسیع ہوگیا کہ اس میں نہ صرف قرآن، حدیث، فقہ، علم الکلام اور ان سے متعلقہ اسلامی علوم سما گئے، بلکہ اس میں بعض غیر عربی دخیل علوم بھی گھس آئے، جیسے منطق، فلسفہ، طب وفلکیات وغیرہ۔(۲۹)

عصرِ عباسی:

عصرِ عباسی میں بھی لفظ اُدب کا معنوی ارتقاء جاری رہا اور اس کے ایک ابتدائی معنی (اچھی عادت) کے ارتقاء کے ذریعے سے اس کا اطلاق (سنتِ رسولؐ) پر کیا جانے لگا، کیونکہ تمام سنن اچھی عادات وخصال ہوتی ہیں۔ مثلاً جاحظ(۳۰) اپنی کتاب (کتاب الحیوان) میں لکھتے ہیں: ''ہم میں سے ہر وہ شخص جو علمِ قرآنی اور ادبِ نبویؐ سے متصف نہیں ہوتا، نیز سنن صحیحہ کو اپنا وقت نہیں دیتا، تو وہ بگاڑ اور ملامت کے زیادہ مستحق ہے''۔(۳۱)

درج بالا اقتباس سے یقیناً (اُدَبِ نبوی) سے مراد (سنتِ رسولؐ) ہی ہے۔

تیسری صدی ہجری کے آخر میں اس لفظ کا اطلاق قابلِ اتباع اور واجبِ الاتباع رویہ، عمل، طریقہ و منہج پر کیا جانے لگا، مثلاً (اُدَبِ الدرس) سے مراد (طریقۂ تعلیم و تعلّم) تھا۔ اسی طرح اِمام غزالی[۳۲] کی کتاب اِحیاء العلوم میں بہت سے موضوعات اس قسم کے عناوین کے تحت درج ہیں: (آداب المتعلم والمعلم، آداب النکاح والمعاشرۃ، آداب الأکل والضیافۃ، آداب الصحبۃ والعزلۃ، آداب الجمعۃ، وغیرہ) ان تمام عناوین سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جن کی ان امور میں پیروی کی جانی چاہئے، یا ان کی پیروی ضروری ہے۔[۳۳]

جزیرۃ العرب میں جب دولت کی ریل پیل ہوئی، اور خوشحالی، فراوانی اور عیش و عشرت کی دور دورہ ہوا، نیز عربوں کا میلان آرائش و نفاست پسندی طرف ہونے لگا، تو اُدیب اور ظریف (یعنی دانا، پُرکشش، عمدہ) ایک ہی معنی میں استعمال ہونے لگے۔[۳۴]

عباسی دور میں ہی بعض ترجمہ شدہ علوم و فنون (جیسے طب، ہندسہ، وغیرہ) اور ایرانی تہذیب سے عربی تہذیب میں منتقل ہونے والے بعض کھیل (جیسے شطرنج، وغیرہ) بھی ادب کا حصہ بن گئے۔[۳۵]

اِخوان الصفا[۳٦] نے ادب میں لسانی علوم کے ساتھ ساتھ سحر، کہانت، کیمیا، اور ریاضت کو بھی شامل کر دیا۔[۳۷]

بعد ازاں غناء (یعنی گانا) بھی ادب کے فنون میں سے شمار کیا جانے لگا۔ کیونکہ یہ بھی شعر کے تابع تھا اور اس کے ذریعے شعر کو خوش آوازی سے پڑھا جاتا تھا۔[۳۸]

تاہم اُدَب کا ان تمام فنون و صناعات، نیز شرعی و غیر شرعی علوم پر اطلاق زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہا۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے قیام کے بعد ادب آٹھ علوم تک محدود ہو کر دیا گیا، جو یہ ہیں: (نحو، لغت، تصریف، عروض، قوافی، شعر، اخبار، اور انساب)۔[۳۹]

پھر زمخشری[۴۰] نے ادب کی یہ تعریف کی کہ کسی زبان کا ادب اس زبان کے وہ علوم ہیں جن کی تحصیل سے انسان اس زبان میں لحن و خطا سے بچتا ہے۔ اور آپ نے مدرسۂ نظامیہ کے گزشتہ آٹھ علوم میں (علم المعانی، علم البیان، اِملاء، اور اِنشاء) کا اِضافہ کر دیا۔[۴۱]

اسی تقسیم کی پیروی جاری تھی یہاں تک کہ امتِ مسلمہ پر زوال آیا اور وہ اپنے ماضی کے شاگردوں یعنی انگریزوں کے شاگرد بن کر ان سے لینے لگے۔ اور ادب بھی ان کی زبان میں موجود لفظ Literature کے مقابل

ٹھیرادیا گیا۔[۴۲]

شاید لفظ اُدَب کی یہی روشن تاریخ تھی جو اغیار کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ پس انھوں نے اس لفظ کی مستحکم تاریخی حیثیت کو کمزور کرنے کی ٹھان لی۔

مغرب کی نشاۃِ ثانیہ نے وہاں تشکیکِ فکر کو رواج دیا۔ لہٰذا اسی قانون کو مشرقی علوم وألسنۃ شرقیہ کے مغربی ماہرین (نیز مستشرقین) نے بھی اپنایا۔ جس کے زیرِ عتاب دوسرے مشرقی علوم کی طرح مشرقی اُدَب بھی آیا۔ اور لفظ اُدَب بھی اس سے نہ بچ سکا۔ مختلف ماہرینِ استشراق مثلاً نلینو[۴۳]، اَنستاس کرملی[۴۴]، اور ان سے متاثر مشرقی ادباء مثلاً طہٰ حسین[۴۵] وغیرہ نے اسے غیر عربی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تاہم ان کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات اور پیش کیے جانے والے افتراضات نے مشرقی ادباء و محققین کو جھنجھوڑا، جن کی تحقیقات کی بدولت لفظ اُدَب کی عربی الأصل ہونے کی حیثیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی۔[۴۶]

نتائج:

۱۔ لفظ اُدَب ایک عربی الأصل لفظ ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے شعری یا نثری شواہد عربی اُدَب کے تمام عصور میں موجود ہیں۔

۲۔ جاہلی دور میں اس کے ابتدائی معنی (دعوت دینے) کے تھے۔ (دعوت دینا) اور (لوگوں کو کھانا کھلانا) چونکہ ایک اچھی انسانی عادت اور اچھے اخلاق ہیں لہٰذا اس سے اس معنی میں مزید ترقی ہوئی اور یہ (اچھے اخلاق اپنانا) یا (اچھے اخلاق کی طرف دعوت دینے) یا (اچھے اخلاق سکھانا) کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

۳۔ صدرِ اسلام میں یہ لفظ (تعلیم وتثقیف) کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔

۴۔ عربی شاعری کا ایک بڑا حصہ چونکہ اچھے انسانی اخلاق پر مشتمل ہے لہٰذا اموی دور میں عربی شاعری عربی شعر اور اس سے متعلقہ علوم (اخبار ووقائع) کو اُدَب اور ان کی تعلیم دینے والوں کو (مؤدّب) کا نام دیا جانے لگا۔

۶۔ اُموی دور کے اواخر اور عباسی دور کے اوائل میں لفظ اُدَب میں نظم ونثر اور ان سے متعلقہ دیگر علوم مثلاً: اخبار، اَنساب، صرف ونحو، اور لغت ونقد، وغیرہ۔

۷۔ رفتہ رفتہ اُدَب میں نہ صرف قرآن، حدیث، فقہ، علم الکلام اور ان سے متعلقہ اسلامی علوم سما گئے، بلکہ

اس میں بعض غیر عربی دخیل علوم بھی گھس آئے، جیسے منطق، فلسفہ، طب وفلکیات وغیرہ۔

۸۔ عصرِ عباسی میں أدبؔ کا اطلاق (سنت رسولؐ) اور تمام (قابلِ اتباع) و(واجب الاتباع) امور، نیز بعض دخیل فارسی الأصل علوم جیسے طلب، فلسفہ، شطرنج، وغیرہ، مزید برآں سحر وکہانت وغیرہ پر بھی کیا جانے لگا۔ بعد میں غناء (گانا) بھی أدبؔ کی فہرست میں شامل ہوگیا۔

۹۔ تاہم أدبؔ کا اطلاق زیادہ عرصہ تک درج بالا شرعی وغیر شرعی علوم پر جاری نہ رہا، بلکہ یہ صرف زبان سے متعلقہ علوم (نحو، لغت، تصریف، عروض، قوافی، شعر، اخبار، اور انساب، علم المعانی، علم البیان، اِملاء، اور اِنشاء) تک ہی محدود ہوکر رہ گیا۔

۱۰۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد أدبؔ اپنے موجودہ معنی یعنی Literature کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الافریقی ابن منظور، لسان العرب، ط۱: (د۔ت)، دار صادر، بیروت، مادۃ: أدبؔ، ۱/۲۰۶؛ الازہری ابومنصور تہذیب اللغۃ، تحقیق: ریاض زکی قاسم، (د۔ط۔ت)، دار المعرفۃ، بیروت، مادۃ: أدبؔ، ۱/۱۳۲

۲۔ طرفۃ بن العبد بن سفیان بن سعد: جاہلی دور کے طبقۂ اولی سے تعلق رکھنے والے مشہور شاعر۔ بحرین کے مضافات میں پیدا ہوئے، اور نجد کے مختلف علاقوں میں وقت گزارا۔ جاہلی دور کے سات سب سے مشہور معلقات میں سے ایک آپ کا بھی ہے۔ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے ساتھ وابستہ رہے۔ اسی بادشاہ نے پھر طرفہ کو نہایت کم عمری میں تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں قتل کروایا۔ (ابن قتیبۃ الدینوری، الشعر والشعراء، تحقیق: أحمد محمد شاکر، دار المعارف، مصر، ۱۳۸۶ھ، ص۴۹؛ عبد القادر البغدادی، خزانۃ الأدب، تحقیق وشرح: عبدالسلام محمد ہارون، (د۔ط۔ت)، مکتبۃ الخانجی، القاہرۃ، دار الرفاعی، الریاض، ا/۴۱۴-۴۱۷؛ خیر الدین الزرکلی، الأعلام، ط۵: ۲۰۰۲ء، دار العلم للملایین، بیروت، ۳/۲۲۵)

۳۔ طرفۃ بن العبد، دیوان طرفۃ، شرح وتقدیم: سیف الدین وأحمد عصام، (د۔ط): ۱۹۸۹ء، دار مکتبۃ

الحیاۃ، بیروت، ص۵۲

۴۔ لسان العرب، مادة: أدب، ۱/۲۰۶؛ تہذیب اللغۃ، مادۃ: أدب، ۱/۱۳۲

۵۔ صخر الغی: صخر بن عبد الله الخیثمی: بنو ہذیل سے تعلق رکھنے والے، جاہلی شاعر۔ صخر الغی کا لقب آپ کو آپ کی سرکشی، شدتِ جنگ، اور کثرتِ شر کی وجہ سے ملا۔ (أبو الفرج الأصفہانی، الأغانی، تحقیق: سمیر جابر، ط۲: (د۔ت)، دار الفکر، بیروت، ۲۲/۳۴۴-۳۵۰)

۶۔ لسان العرب، مادۃ: أدب، ۱/۲۰۶

۷۔ علی الجازم و مصطفی أمین، البلاغة الواضحة، دار المعارف، مصر، ص۱۰۸-۱۱۰

۸۔ الحوفی أحمد محمد، الحیاة العربیة من الشعر الجاهلی، ط۴: ۱۹۶۲ء، دار القلم، بیروت، ص۸؛ مصطفیٰ الرافعی صادق، تاریخ آداب العرب، ط۱: ۲۰۰۳ء، دار الکتاب العربی، بیروت، ص۲۳

۹۔ بلعاء بن قیس بن عبد اللہ بن یعمر، جن کا ذکر أبو تمام کی جمع کردہ حماسہ میں ہوا ہے، اور وہاں ان کا نام حمیضۃ اور لقب بلعاء آیا ہے۔ (أبو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، الروض الأنف، طبع الجمالیۃ، ۱۳۳۲ھ، مصر، ۱/۶۱)

۱۰۔ الآمدی، المؤتلف والمختلف، تصحیح و نشر: فریس کرنکو، مکتبۃ القدس، القاہرۃ، ۱۹۶۱ء، ص۱۰۶

۱۱۔ أحمد الفیومی، المصباح المنیر، (د۔ط۔ت)، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، مادۃ: أدب، ۱/۹

۱۲۔ لسان العرب، تہذیب اللغۃ، نفس المادۃ ونفس الصفحۃ؛ مرتضی الزبیدی، تاج العروس، تحقیق: عبد العزیز مطر، (د۔ط۔ت)، التراث العربی، الکویت، مادۃ: أدب، ۱/۴۷

۱۳۔ عتبة بن ربیعة بن عبد شمس: أعداءِ اسلام میں سے ایک، اور ان لوگوں میں سے جنھیں رسول اللہؐ نے بددعا دی تھی۔ غزوۂ بدر میں قتل کئے گئے۔ (الأعلام، ۴/۲۰۰؛ ابن کثیر، السیرة النبویة، مطبعة عیسی البابی الحلبی، القاہرۃ، ۱۳۸۵ھ، ۱/ ۴۶۸-۴۶۹)

۱۴۔ ہند بنت عتبۃ بن ربیعۃ، أبو سفیان بن حرب کی بیوی، اور معاویہؓ کی ماں۔ فتحِ مکہ میں اپنے شوہر أبو سفیان کے بعد آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ آپؓ نے عمرؓ کی خلافت میں وفات پائی۔ (عز الدین أبو الحسن بن الأثیر الجزری، أسد الغابۃ، ط۲: ۱۳۸۶ھ، ۱/۱۴۲۴)

۱۵۔ اُبوسفیان: صخر بن حرب بن اُمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف: صحابی اور عصرِ جاہلی میں قریش کے سرداروں میں سے ایک۔ اُموی حکومت کے بانی (معاویہؓ) کے والد تھے۔ظہورِ اسلام کے بعد اسلام کے خلاف مشرکین کے اہم لیڈروں میں سے۔فتحِ مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔حنین وطائف کی لڑائی میں موجود تھے۔غزوۂ طائف میں ایک آنکھ ضائع ہوئی، جبکہ دوسری یرموک کی لڑائی میں جاتی رہی۔سنۂ ۳۱ھ میں وفات پائی۔(اُحمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، تحقیق: علی محمد البجاوی، ط۱: ۱۴۱۲ھ، دارالجیل، بیروت، ۲/۴۱۲)

۱۶۔ الأمالی، إسماعیل بن محمد القالی، (د۔ط): ۱۹۶۲ء، دارالفکر، القاہرۃ، ۲/۱۰۴

۱۷۔ سعد بن بکر بن ہوازن: عدنان کی نسل سے تھے، جو فصاحت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔انھیں میں نبی اکرم ﷺ کی بچپن میں پرورش ہوئی، جب حلیمہ السعدیہ آپ ﷺ کو لے گئیں۔بنوسعد حدیبیہ اوراس کے آس پاس آباد تھے۔ان کی شاخوں میں سے کئی آج کل طائف کے پاس رہتی ہیں۔ (الأعلام، ۳/۸۴)

۱۸۔ المتقی الھندی علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، (د۔ط): ۱۹۸۹ء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، رقم الحدیث: ۳۲۰۲۴

۱۹۔ البدوی أحمد أحمد، أسس النقد الأدبی عند العرب، ط۲: ۱۹۶۰ء، مکتبۃ نہضۃ، مصر، ص ۱۳

۲۰۔ البخاری محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح، ط۳: ۱۴۰۷ھ، ط۱: ۱۴۲۲ھ، دار ابن کثیر، بیروت، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل اُمتہ، رقم الحدیث: ۲۴۰۴

۲۱۔ الحیاۃ العربیۃ من الشعر الجاہلی، ص ۹

۲۲۔ ابن أبی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، تحقیق: محمد عبدالکریم النمری، ط۱: ۱۴۱۸ھ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱/۸۰

۲۳۔ حجر بن عدی الکندی (المتوفی ۵۱ھ): صحابہ میں سے۔ایران کی فتوحات میں شریک تھے۔جمل، نہروان، اور صفّین کی جنگ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور معاویہؓ کا مقابلہ کیا۔زیاد بن اُبیہ نے آپؓ اور حضرت علیؓ کے دیگر ساتھیوں کو گرفتار کیا، اور انھیں حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق بھیج دیا۔ معاویہؓ نے مشرقی دمشق میں ان کے قتل کا حکم دیا۔(محمد بن حبان، الثقات، تحقیق: السید شرف الدین،

(ط۔د): ۱۳۹۵ھ، دار الفکر، ۴/۱۷۶)

۲۴۔ شرح نہج البلاغۃ، ۱/۸۱۰

۲۵۔ سعد الغنوی: کعب بن سعد بن عمرو بن الغنوی: کہا گیا کہ سعد الغنوی جاہلی شاعر ہیں۔ تاہم خطیب بغدادی نے انھیں اِسلامی گردانا ہے۔ اور اس بات کو ترجیح دی ہے کہ وہ تابعی تھے۔ (الأعلام، ۵/۲۲۷)

۲۶۔ جاحظ اُبو عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیین، تحقیق: عبدالسلام ہارون، ط۱: ۱۳۶۷ھ، مطبعة لجنة التألی والترجمة والنشر، القاہرۃ، ۱/۱۶۸؛ أبو زید القرشی، جمھرة أشعار العرب فی الجاھلیة والإسلام، تحقیق: علی محمد البجاوی، ط۱: ۱۹۶۷ء، مطبعة لجنة البیان العربی، مصر، ص۷۰

۲۷۔ الرافعی مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب، ۱/۳، ۳۱

۲۸۔ طہٰ حسین، فی الأدب الجاہلی، ط۲: ۱۹۲۷ء، دار المعارف، بیروت، ص۲۱؛ أسس النقد الأدبی عند العرب، ص۱۴

۲۹۔ الحیاۃ العربیۃ من الشعر الجاہلی، ص۱۴

۳۰۔ جاحظ (۱۶۳-۲۵۵ھ): اُبو عثمان عمرو بن بحر: جو جاحظ کے نام سے مشہور تھے۔ عربی اُدب کے عظیم أئمہ میں سے ایک، اور معتزلہ کے ایک فرقہ جو جاحظیہ کے نام سے مشہور ہوا، اس کے رئیس۔ آپ کی پیدائش اور وفات بصرہ میں ہوئی۔ آخری عمر میں فالج میں مبتلا ہوئے، اور موت اس حالت میں آئی کہ کتاب آپ کے سینے پر تھی۔ نہایت بدصورت تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کتابوں کے نیچے آ کر موت آئی۔ آپ کی اہم تصانیف میں سے چند یہ ہیں:: (الحیوان)، (البیان والتبیین)، وغیرہ۔ (الأعلام، ۵/۷۴)

۳۱۔ الجاحظ، کتاب الحیوان، تحقیق: عبدالسلام ہارون، (د۔ط): ۱۳۶۳ھ، دار الفکر، القاہرۃ، ۱/۸

۳۲۔ اِمام غزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ): اُبو حامد، محمد بن محمد بن محمد، حجتِ اسلام، فلسفی، صوفی، اور تقریباً (۲۰۰) کتابوں کے مصنف۔ پیدائش اور وفات خراسان کے ایک قصبے طوس کے ایک گاؤں طابران میں پیدا ہوئے۔ علم کی طلب میں نیساپور، بغداد، حجاز، بلادِ شام اور مصر کا سفر کیا، اور پھر اپنے وطن واپس لوٹے۔ آپ کی اہم کتابوں میں سے بعض یہ ہیں: (اِحیاء علوم الدین)، (تہافت الفلاسفۃ)،

(الاقتصاد فی الدین)، وغیرہ۔ (الأعلام للزرکلی، ۱/۲۱۴)

۳۳۔ الغزالی محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین، (د۔ط۔ت)، دار المعرفة، بیروت، ۱/ ۴۸۔۲۶۱

۳۴۔ الزیات حسن أحمد، فی أصول الأدب، (د۔ط۔ت)، شرکة الخزندار للتوزیع، السعودیة، ص ۱۰

۳۵۔ فی أصول الأدب، ۱۰؛ أبو إسحاق القیروانی، زہر الآداب، ط۴: ۱۹۷۲ء، دار الجیل، بیروت، ۱/۱۴۲

۳۶۔ إخوان الصفا: دینی وسیاسی قسم کی ایک تحریک وجمعیت (۹۸۳م) جس کا اِسماعیلی فرقے کی طرف میلان تھا۔ اس کے ارکان نے بصرہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ انھوں نے فکرِ اسلامی اور یونانی وفیثاغورثی فکر کو اکٹھا کیا، کیونکہ انھوں نے حساب کو بڑی اہمیت دی تھی۔ اپنی تعلیمات کو مفصل انداز میں (۵۲) رسالوں میں جمع کیا ہے۔ (المنجد فی الأعلام، ط۱۰، المکتبة الکاثولیکیة، دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰ء، ص ۲۸)

۳۷۔ الحیاۃ العربیة من الشعر الجاہلی، ص ۱۷

۳۸۔ ابن خلدون، المقدمة، (د۔ط۔ت)، المکتبة التجاریة الکبری، مصر، ص ۵۵۴

۳۹۔ فی أصول الأدب، ص ۱۱

۴۰۔ زمخشری: أبو القاسم محمود بن عمر (ت ۵۳۸ھ): آپ زمخشر نامی مقام میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں لغت، نحو، علم بیان، اور علم التفسیر کے اِمام تھے۔ معتزلی عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سے بعض یہ ہیں: تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل، اور أساس البلاغة۔ (السیوطی، طبقات المفسرین، تحقیق: علی محمد عمر، ط۱: ۱۳۹۶ھ، مکتبة وہبة، القاہرۃ، ص ۱۰۴)

۴۱۔ فی أصول الأدب، ص ۱۱

۴۲۔ أیضاً

۴۳۔ نلینو: کارلو الفونصو (۱۸۷۲– ۱۹۳۸ء): اِطالوی مستشرق، تورینو کے شہر میں پیدا ہوئے، اور یہاں کی یونیورسٹی میں تعلیم پائی، اور پروفیسر متعین ہوئے۔ قدیم مصر یونیورسٹی میں آپ کو لیکچر دینے کی دعوت بھی دی گئی تھی۔ آپ نے تصوف، مشرقی فلسفہ کے بارے میں متعدد تحقیقات استشراق کے مجلّات میں شائع کی ہیں۔ عربوں کے نزدیک علم الأفلاک، اور عربی ادب کی تاریخ کے بارے

میں لیکچر عربی میں چھپے ہیں۔(الأعلام للزرکلی،۵/۲۱۳)

۴۴۔ اَنستاس الکرملی (۱۸۴۶-۱۹۴۷ء): راہب، عربی ادب، اس کے مفردات، فلسفہ، اور تاریخ کے عالم۔اَصل میں لبنان سے تعلق تھا، جہاں سے آپ کے والد بغداد منتقل ہوئے۔آپ المجمع العلمی العربی کے رکن تھے۔ ماہرِ لغت، اَدیب، اور مجلّہ 'لغۃ العرب' مؤلف۔آپ کی متعدد تالیفات میں بعض یہ ہیں: (أغلاط اللغویین الأقدمین) اور (جمہرۃ اللغات)......(المنجد فی الأعلام،ص ۷۷)

۴۵۔ طہٰ حسین (۱۸۸۹-۱۹۷۳ء): مصر کے عظیم اَدیب اور ناقد۔آپ کو اُدبِ عربی کا عمید کا لقب دیا گیا۔ آپ مصر میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں بصارت کھودی۔جامعۂ اَزہر میں تعلیم کے بعد فرانس میں تعلیم حاصل کی۔اسکندریہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی، اور ۱۹۴۲ء تک اس کی ادارت چلاتے رہے۔۱۹۵۰ء میں وزارتِ معارف کے وزیر بنے۔جامعۂ عینِ شمس کی بھی بنیاد رکھی۔آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں، جو متعدد مجالات علم میں بٹی ہوئیں ہیں، مثلاً اَدب، نقد، سیرت، قصائد، وغیرہ۔(الأعلام،۳/۲۳۱)

۴۶۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: پی ایچ ڈی مقالہ: ڈاکٹر مرسل فرمان، الأدب العربی وتأثرہ بالحدیث النبوی، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز، جامعہ پشاور، پشاور۔